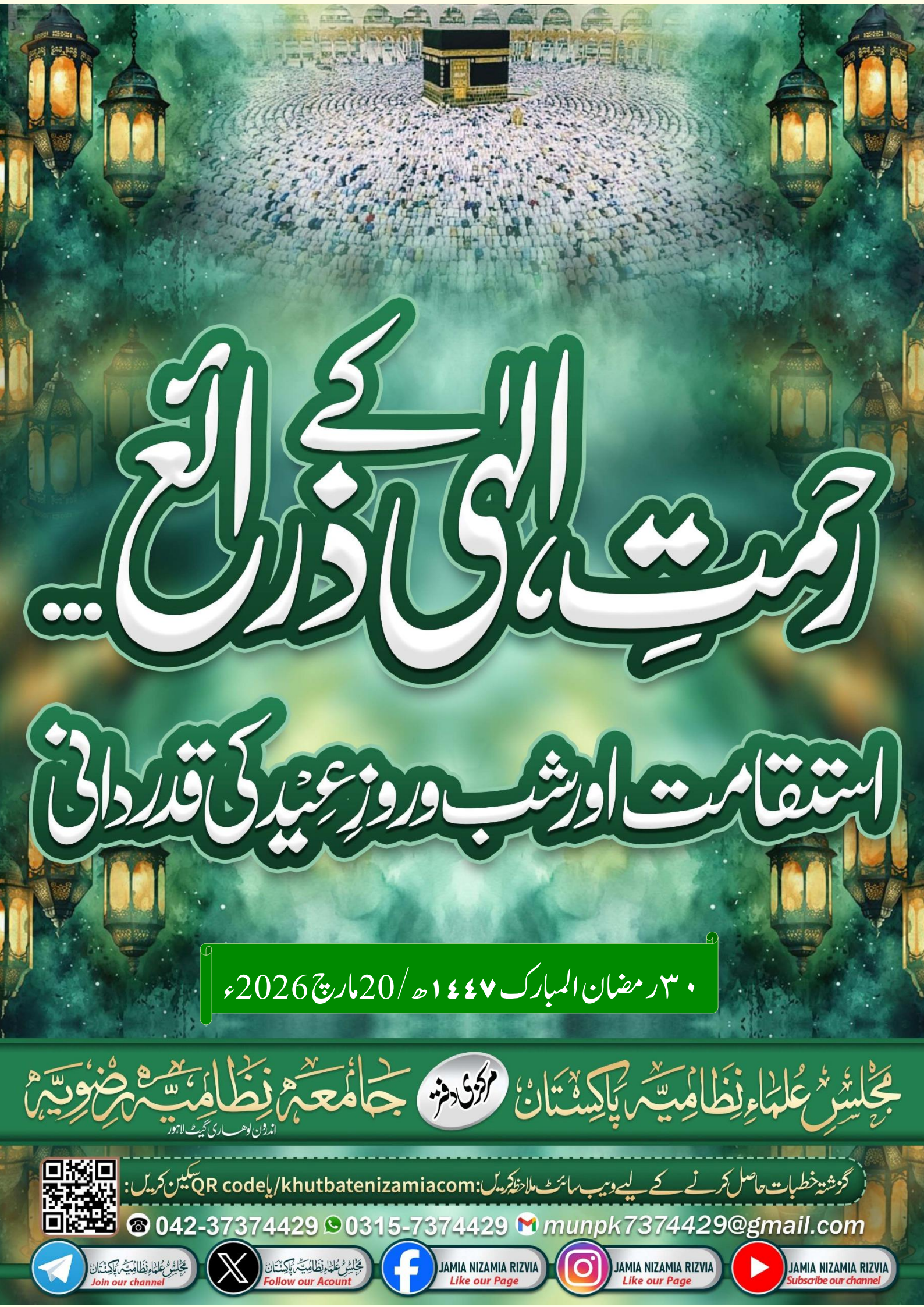

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری گیٹ لاہور

گزشتہ خطبات حاصل کرنے کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کریں: khutbatenizamiacom/یا QR code سکین کریں:

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان Join our channel
مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان Follow our Acount
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Like our Page
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Like our Page
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ وَلِتُکۡمِلُوا الۡعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمۡ وَلَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ۔

انسان کو دُنیا و آخرت میں جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ رحمتِ الٰہی ہو تو ظاہری اسباب دستیاب نہ ہونے کے باوُجود انسان دونوں جہان کی سعادتوں سے مالا مال ہو جاتا ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عُروج اِس حقیقت کی روشن و زندہ مثال ہے... اِس کے برعکس مالکِ کریم کی مہربانی شاملِ حال نہ ہو تو سب کچھ ہونے کے باوُجود بندے کا ہاتھ خیر و بھلائی سے خالی ہوتا ہے، اگر ہم چاہیں تو اپنی حالتِ زار پر نظر ڈال کر بھی اس بات کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔

سیدِ عالَم ﷺ کی نسبتِ رفیعہ کی برکت سے آپ ﷺ کی اُمّت پر ربِّ کریم کی رحمتوں کا سلسلہ نہایت دراز، بلکہ لامتناہی ہے۔ رحمتوں سے نوازنے کے لیے ہی تو رَمَضان المبارک عطا فرمایا گیا اور مغفرت و کرم کے دروازے کھولے گئے.... مگر کتنی نالائقی ہے کہ مالکِ مہربان ہمیں نوازنا چاہتا ہے، جب کہ ہمارے اندر رحمت حاصل کرنے کی سچی تڑپ ہی نہیں ہے۔ ضرورتِ رحمت کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہم اپنے مالکِ مہربان کے حضور گڑگڑا کر رحمت کی بھیک مانگتے اور اُن اعمالِ صالحہ کو اپنے معمولات کا حصّہ بناتے جن پر رحمتِ الٰہی کی بشارت عطا کی گئی ہے، مگر افسوس کہ نہ ہم رحمت کی التجاؤں میں یکسو ہیں اور نہ ہی اُن اعمالِ خیر کو عادت بنانے کی سنجیدہ کوشش کرتے ہیں جن کی برکت سے رحمتِ الٰہی کی لازوال دولت نصیب ہوتی ہے۔

رحمتوں کا موسمِ بہار، یعنی رَمَضان المبارک ربِّ کریم کی بے شمار رحمتیں بانٹ کر رُخصت ہونے والا ہے... اور لطف و کرم کا عالَم یہ کہ جاتے ہوئے بھی قدر دانوں کو مزید رحمتوں سے نوازتا جاتا ہے، بلکہ سال بھر رحمتیں سمیٹنے کے گُر سکھا جاتا ہے۔

گزشتہ پانچ خطباتِ جمعہ میں رحمتِ الٰہی کا ذریعہ بننے والے چند اُمور کا ذکر کیا گیا۔ وداعِ رَمَضان کی مناسبت سے آج کے خطبہ میں مزید تین اُمور کا ذکر ہو گا جو رحمتِ الٰہی کے اہم وسائل ہیں:

i. اِطاعت و عبادت پر استقامت۔
ii. شبِ عید کی قدر دانی و تعظیم۔
iii. روزِ عید کی تعظیم و تکریم۔

ہم ماہِ پُر نور میں تو طلبِ رحمت کا حق ادا نہیں کر سکے، مگر اِس کے باقی ماندہ چند گھنٹوں اور آنے والے شب و روز کی قدر کریں تو بھی ربِّ کریم کے فضل و احسان سے اُمّید ہے کہ محروم نہیں رہیں گے۔

چنانچہ آج کے خطبہ میں استقامت اور شب و روزِ عید کی تعظیم و قدر دانی سے متعلق گفتگو کی جائے گی، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

استقامت کے ذریعے حصولِ رحمت

ارحم الراحمین جَلَّ مَجْدُہُ الْعَزِیْز کی رحمتِ بے پایاں اور لُطفِ بے کراں حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ "استقامت" بھی ہے۔ استقامت کا مفہوم یہ ہے کہ بندے کا مزاج موسمی مینڈک والا نہ ہو کہ چار دن جوش و جذبے کے ساتھ عمل کرے اور پھر سَرد پَڑ کر چھوڑ بیٹھے... بلکہ اُس کا انداز یہ ہو کہ جن اُمور کا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حکم دیا ہے اُن پر مستقل مِزاجی و تسلسل کے ساتھ عمل کرے اور جن سے منع فرمایا ہے اُن سے حسبِ طاقت ہر حال میں دُور رہے۔[1]

استقامت اختیار کرنا کچھ مشکل تو ہے؛ کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ چند دنوں کا نہیں، بلکہ دہائیوں کا طویل سفر ہے.... مگر قرآن و سنّت میں اِس پر ایسے انعامات واِعزازات کا وعدہ فرمایا گیا ہے جن کے تذکرہ سے دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور بندے کو ثابت قدمی واستقلال کے ساتھ عمل کرنے کا جذبہ نصیب ہوتا ہے۔

تاکیدِ استقامت: خالقِ کریم نے فرمایا: فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔

"پس (اے حبیب!) استقامت اختیار کیجیے / ثابت قدم رہیے! جیسے آپ کو حکم دیا گیا... اور آپ کی معیت میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والے بھی استقامت اختیار کریں! اور اے لوگو! سرکشی نہ کرو! بے شک اللہ تمہارے تمام اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔" [ھود 11:112]

بشارتِ الٰہی: ربِّ کریم نے استقامت اختیار کرنے والے مسلمانوں کو خوش خبریاں عطا کرتے ہوئے فرمایا:

⇐ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ "بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اِس پر قائم رہے فرشتے اُن پر نازل ہو کر خوش خبری دیتے ہیں کہ تم نہ تو ڈرو! اور نہ ہی غمگین ہو! اور اُس جنت پر خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا!"

⇐ نَحْنُ اَوْلِيٰۗؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ۔ (فرشتے کہیں گے) "ہم دنیا و آخرت میں تمہارے دوست / مددگار ہیں اور تمہارے لیے جنّت میں ہر وہ چیز ہو گی جسے تمہارے دل چاہیں گے اور تمہیں وہ سب کچھ دیا جائے گا جو تم مانگو گے۔"

⇐ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ۔ "(یہ) بہت بخشنے والے بے حد رحم فرمانے والے کی طرف سے مہمانی ہے۔" [حٰمٓ السجدۃ 41:30 تا 32]

---

[1] يَقُوْلُ الشَّيْخُ عَلِيٌّ الْقَارِيُّ: اَلْاِسْتِقَامَةُ: اِمْتِثَالُ كُلِّ مَأْمُوْرٍ وَاجْتِنَابُ كُلِّ مَحْذُوْرٍ، فَيَدْخُلُ فِيْهِ أَعْمَالُ الْقُلُوْبِ وَالْأَبْدَانِ مِنَ الْإِيْمَانِ وَالْإِسْلَامِ وَالْإِحْسَانِ، إِذْ لَا تَحْصُلُ الْاِسْتِقَامَةُ مَعَ شَيْءٍ مِنَ الْاِعْوِجَاجِ، وَلِذَا قَالَتِ الصُّوْفِيَّةُ: اَلْاِسْتِقَامَةُ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ كَرَامَةٍ۔ (مرقاۃ المفاتیح، تحت الحدیث: 15)

محبوب ترین عمل: جو عمل استقامت و پابندی کے ساتھ کیا جائے اللہ تعالیٰ اُسے بہت پسند فرماتا ہے۔[1] اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ خاتم النبیین ﷺ سے پوچھا گیا: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ؟ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ۔ یعنی "(بارگاہِ ربّ العزّت میں) سب سے پیارا عمل وہ ہے جسے تسلسل کے ساتھ کیا جائے، اگرچہ تھوڑا ہی ہو۔" (صحیح بخاری، حدیث:6465) یعنی استقامت کے ساتھ کیا جانے والا تھوڑا عمل بغیر استقامت کے کیے جانے والے زیادہ عمل سے بہتر اور محبوب تر ہے۔

احسانات پر غور سے استقامت کا حصول: بندہ جب کوئی بھی نیکی کرے تو اُسے اِس بات پر غور کرنا چاہیے کہ ربِّ کریم جَلَّ شَانُہٗ نے اِس ایک نیکی کے حوالے سے مجھ پر کتنے احسانات فرمائے ہیں! یوں اُسے شکر ادا کرنے اور پابندی کے ساتھ عمل کرنے / استقامت اختیار کرنے کا جذبہ نصیب ہوتا ہے:

i. پہلا احسان یہ کہ ربِّ کریم نے اُس نیکی کے اسباب و آلات عطا فرمائے۔ مثلاً قرآنِ حکیم کی تلاوت نصیب ہوئی تو ربِّ ذوالجلال کا پہلا احسان یہ ہے کہ اُس نے زبان عطا فرمائی اور الفاظ ادا کرنے کی قوّت سے نوازا۔

ii. دوسری مہربانی یہ کہ اُس نے رُکاوٹیں دُور فرمائیں... وقت بھی عنایت فرمایا اور نفس و شیطان وغیرہ کو بھی رُکاوٹ نہیں بننے دیا، ورنہ کتنے ہی لوگ ہیں جو مصروفیات، بیماریوں یا اُلجھنوں کے باعث اِس سعادت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

iii. تیسرا کرم یہ کہ دل میں اُس نیکی کا شوق پیدا کیا اور اُس کی توفیق عطا فرمائی۔ اگر اللہ تعالیٰ دل میں رغبت و مَحبَّت نہ ڈالتا تو نیکی کرنے کی سوچ ہی پیدا نہ ہوتی۔

iv. چوتھی عنایت یہ فرمائی کہ بندے کی کوتاہیوں سے درگزر فرماتے ہوئے اِس عمل کو شرفِ قبولیت سے نوازا۔

v. پانچواں فضل یہ فرمایا کہ یہ نیکی بندے کی طرف سے کوئی احسان نہیں تھا، بلکہ بندہ ہونے کا تقاضا تھا.. مگر اُس کریم نے اپنی عظمت و جلالت اور شانِ بے نیازی کے باوُجود اِس مختصر سے عمل پر عظیم الشان اجر و انعام کا وعدہ فرمایا۔

vi. چھٹی نوازش یہ فرمائی کہ بندے کی عزّت افزائی کرتے ہوئے اِس عمل پر اُس کی تعریف بھی فرمائی اور اُس سے محبت و رِضا کا وعدہ بھی فرمایا... یہی دونوں جہان کی سب سے بڑی دَولت ہے۔

اگر بندہ بار بار اِس حقیقت پر غور کرتا رہے کہ میرے مختصر سے عمل پر مالکِ کریم نے اتنے احسانات فرمائے ہیں تو اِس کی برکت سے اُسے استقامت و پابندی کا جذبہ نصیب ہو جاتا ہے اور یہ سوچ بندے کو وقتی جوش سے نکال کر مستقل مِزاجی اور استقلال و تسلسل کے ساتھ عمل کا شوق دلاتی ہے۔

---

[1] اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آقا کریم ﷺ نے فرمایا: وَاعْلَمُوا أَنَّ أَحَبَّ الْعَمَلِ إِلَى اللهِ أَدْوَمُهُ وَإِنْ قَلَّ۔ (صحیح مسلم:2818)

استقامت کی عظمت اور ہماری حالت

گزشتہ گفتگو سے واضح ہو چکا کہ استقامت نہایت ضروری بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتوں کا ذریعہ بھی، مگر ہماری حالت یہ ہے کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد رَمَضان المبارک کے رُخصت ہوتے ہی عبادات سے غافل ہو جاتی ہے:

- نمازیں چھوٹ جاتی ہیں اور مسجدوں کی صفیں نصف سے بھی کم نظر آنے لگتی ہیں۔
- تلاوتِ کلامِ مجید سے غفلت ہونے لگتی ہے... وہ زبانیں جو رمضان میں کلامِ الٰہی کی تلاوت سے تَر رہتی تھیں، اب خاموش ہونے لگتی ہیں اور وہ ہاتھ جو مصحفِ مقدّس کو شوق سے تھامتے تھے، اب اُس کے اَوراق کو چھونے سے بھی محروم ہونے لگتے ہیں۔
- دیگر اُمورِ خیر کی بجا آوری میں بھی نمایاں کمی دکھائی دینے لگتی ہے اور لوگ دُنیاوی مصروفیات میں مگن ہو کر اپنے سارے معمولات کو بھلا بیٹھتے ہیں۔

کم از کم ایک بات پر غور کرنا چاہیے کہ انسان ہر روز... پورا ہفتہ... سال بھر... بلکہ زندگی کے ہر لمحہ میں اللہ تعالیٰ کی اتنی نعمتیں پاتا ہے کہ اُنہیں شمار کرنا تو درکنار! اُن کا صحیح طریقے سے اِدراک کرنا بھی انسان کے بس میں نہیں۔ جب نعمتیں ہمیشہ ملتی ہیں تو نماز صرف رمضان میں ہی کیوں! جب اپنے مہربان ربّ سے رحمت و مغفرت اور لطف و کرم کی خیرات ہمیشہ مانگنی ہے تو تلاوت و عبادت فقط رمضان میں ہی کیوں!

بزرگوں نے خوب بات فرمائی: کبھی کبھی آنے والے کو وہ نہیں ملتا جو ہمیشہ حاضر ہونے والے کو نصیب ہوتا ہے۔[1]

ترکِ استِقامت کی مَذمَّت: قرآن و سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اچھا کام کرنے کی عادت بنا لینے کے بعد بلاوجہ اُسے چھوڑ دینا بُری بات ہے اور بے برکتی و محرومی کا باعث ہے۔

سرورِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سیدنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: يَا عَبْدَ اللهِ! لَا تَكُنْ مِّثْلَ فُلَانٍ، كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ۔ ”اے عبد اللہ! فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا جو رات میں قیام (تہجد ادا) کرتا تھا، پھر اُس نے (سُستی کی وجہ سے) قیامُ اللَّیل کو چھوڑ دیا۔“ (صحیح بخاری، حدیث: 1152۔ صحیح مسلم، حدیث: 1159)

یہ نقطہ بھی توجہ طلب ہے کہ قیام اللیل فرض نہیں، اِس کے باوجود رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُسے معمول بنا کر بلاعذر چھوڑ دینے سے منع فرمایا... سوچنا چاہیے کہ فرض بہر حال فرض ہے، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اُس کی عادت بن جائے تو پھر اپنی نالائقی کی وجہ سے اُس میں سُستی کرنا کس قدر بُرا ہو گا!

---

[1] وَلَيْسَ مَنْ لَّازَمَ الْبَابَ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّقْتًا مَّا كَمَنْ لَّازَمَ يَوْمًا كَامِلًا ثُمَّ انْقَطَعَ۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج:1، ص:103)

شبِ عید کی قدر دانی سے رحمتِ الٰہی کا حصول

بارگاہِ رب العزّت سے رحمت کی خیرات حاصل کرنے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ شوال المکرّم کی پہلی رات... جسے چاند رات اور شبِ عید بھی کہا جاتا ہے... اِس مبارک رات کی تعظیم کی جائے اور اِسے عبادت واِطاعت میں گزارا جائے۔ روایت کے مطابق اِس معزّز رات کا نام لَیْلَۃُ الْجَائِزَۃ (بارگاہِ الٰہی سے انعام اور عیدی ملنے کی رات) ہے۔[1]

اِنعام اور عیدی کی اہمیّت ہم سب جانتے ہیں... ہر چھوٹے کو بڑوں سے عیدی کی اُمّید ہوتی ہے... ربّ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ سب اُس کی بارگاہ کے سوالی ہیں اور اُس سے رحمت کی بھیک مانگنے والے ہیں... تو کتنی خوش نصیبی کی بات ہے کہ اِس مبارک رات میں ربّ تعالیٰ اپنے بندوں کو نوازنے کے لیے اُنھیں انعام عطا فرماتا ہے۔

پھر ہر ایک اپنی حیثیت اور بِساط کے مطابق عیدی دیتا ہے.... کوئی دہائیوں میں، کوئی سینکڑوں میں اور کوئی ہزاروں میں.... ربّ تعالیٰ بھی اپنی شان کے مطابق کرم فرماتا ہے، روایت کے مطابق رمضان المبارک کی آخری رات میں سب کی بخشش فرما دیتا ہے۔[2]

سیدنا ابو اُمامہ صُدَیّ باہِلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرفوعًا روایت کیا: مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيْدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلّٰهِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهٗ يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ۔ یعنی "جو مسلمان ثواب کا طلب گار بن کر عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارے، اُس کا دل نہیں مرے گا (ایمان سے محروم نہیں ہو گا)، جب لوگوں کے دل مَر جائیں گے۔"

(رواہ ابن ماجۃ فی سننہ بسند ضعیف، رقم الحدیث: 1782، وھو قویّ بمجموع طرقہٖ)

لمحۂ فکریہ: ہمارا عمومی رویّہ یہ ہے کہ چاند رات کو کھیل کود اور خریداری کی رات سمجھا جاتا ہے، بلکہ بے شمار لوگ گناہوں کے کاموں میں مبتلا ہو جاتے ہیں... کتنے افسوس کی بات ہے کہ ربّ تعالیٰ کی رحمت ہمیں عیدی اور انعام دینے کے لیے ہمارا انتظار کر رہی ہو، جب کہ ہم خریداری اور گناہوں کے کاموں میں مصروف ہوں۔ جب ہمیں پہلے سے معلوم ہے کہ عید کے دن فلاں فلاں چیز کی ضرورت ہے تو اُن کا انتظام بروقت کر لینا چاہیے، نہ یہ کہ چاند رات کا انتظار کرتے رہیں۔

اگر اِس مبارک رات میں زیادہ نیکیاں نہ بھی کر سکیں تو کم از کم نمازِ عشا اور نمازِ فجر باجماعت ادا کرنی چاہیے اور گناہ والے کاموں سے بہر صورت بچنا لازم ہے۔

---

[1] فَإِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْفِطْرِ سُمِّيَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةُ لَيْلَةَ الْجَائِزَةِ۔ (شعب الإیمان، رقم الحدیث: 3421)

[2] عَنْ سَيِّدِنَا جَابِرٍ رضی اللہ عنہ مَرْفُوْعًا: فَإِنَّهٗ إِذَا كَانَ آخِرُ لَيْلَةٍ غَفَرَ لَهُمْ جَمِيْعًا... (فضائل الأوقات، رقم: 36۔ وَرَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِرَ أَيْضًا فِي «فَضْلِ شَهْرِ رَمَضَانَ»، رقم الحدیث: 8۔ وَذَكَرَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا، رقم الحدیث: 3330)

روزِ عید کی قدر دانی سے رحمتِ الٰہی کا حصول

ہر مذہب والے کچھ خاص دنوں میں خوشی مناتے ہیں اور اُن دنوں کے ساتھ اُس مذہب والوں کے نظریات وابستہ ہوتے ہیں...

⇐ یہودی عیدِ فصح (Passover) کے نام سے اپنا خود ساختہ تہوار مناتے ہیں۔

⇐ عیسائی اپنے باطل نظریے کے مطابق سیدنا عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے متعلق ایسٹر (Easter) مناتے ہیں۔

⇐ ہندو ہر سال ہولی اور دیوالی کے تہواروں سے خوشی کا اِظہار کرتے ہیں۔

یوں ہی دیگر اقوام کے اپنے اپنے میلے ہیں۔ اِن تمام تہواروں اور ہماری عیدوں میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ اُن کے خود ساختہ دن اُن کے باطل نظریات سے جُڑے ہوئے ہیں۔ یعنی اُنھوں نے اپنے جھوٹے عقائد و تصوُّرات کے مطابق خود ہی کچھ دنوں کا انتخاب کر رکھا ہے... جب کہ ہماری عیدوں کے دن وہ عظیم ایّام ہیں جو ہمارے سچے ربِّ کریم نے اپنے سچے نبیِ محتشم ﷺ کے ذریعے ہمیں عطا کیے ہیں اور اِنھیں منانے کا حکم بھی اِرشاد فرمایا ہے؛ اِسی لیے شریعت کے مطابق یہ دن منانا بھی رحمت و کرم کا ذریعہ ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ منوّرہ تشریف آوری سے پہلے اہلِ مدینہ دو دنوں (نَوروز اور مِہرگان) میں خوشی مناتے، کھیل کود کرتے اور دورِ جاہلیت کے رواج کے مطابق میلوں کا اہتمام کرتے تھے۔ سیدِ عالم ﷺ نے پوچھا: مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ؟ "یہ دونوں دن کیا ہیں؟" اُنھوں نے کہا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ۔ ہم دورِ جاہلیت میں اِن دنوں کے اندر کھیل کود کرتے تھے۔ جانِ رحمت ﷺ نے لبہائے اقدس کو جُنبش دی اور فرمایا: إِنَّ اللهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمَا: يَوْمَ الْأَضْحٰى وَيَوْمَ الْفِطْرِ۔ یعنی "(یہ خود ساختہ دن منانے کی کوئی ضرورت نہیں) اللہ تعالیٰ نے اِن کے بدلے تمھیں دو بہترین دن عطا فرما دیے ہیں: عید الاضحیٰ کا دن اور عید الفطر کا دن۔" (سنن ابو داوٗد، حدیث: 1134۔ مسند احمد، حدیث: 13470، اسنادہٗ صحیح)

شکر کا دن: عید الفطر کا دن بھی نہایت عظیم ہے اور اِسے منانے کا تصوُّر و مقصد بھی بہت عالی شان ہے... یہ دن حقیقت میں باری تعالیٰ کے اِحسان پر اُس کا شکر ادا کرنے کے لیے ہے۔

سورۂ بقرہ کی جس آیتِ کریمہ میں باری تعالیٰ نے رمضان المبارک کے روزے رکھنے کا حکم دیا، اُس کا اختتام یوں ہے: وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ [1] وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ "تاکہ تم تعداد پوری کرو (اگر 29 رمضان کو شوال کا چاند نظر نہ آئے تو 30 روزے پورے کرو) اور تاکہ تم اِس پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو کہ اُس نے تمھیں ہدایت دی ہے (ایمان اور نیکیوں کی توفیق ملنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور عبادات کے ذریعے اُس کی تعظیم بجالاؤ) اور تاکہ تم (اُس کا) شکر ادا کرو۔" [البقرۃ 2:185]

---

[1] يَقُوْلُ الْإِمَامُ فَخْرُ الدِّيْنِ الرَّازِيُّ عليه الرحمة: اَلْقَوْلُ الثَّانِيْ: فِيْ تَفْسِيْرِ قَوْلِهٖ: "وَلِتُكَبِّرُوا اللهَ" أَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ التَّعْظِيْمُ لِلّٰهِ شُكْرًا عَلٰى مَا وُفِّقَ عَلٰى هٰذِهِ الطَّاعَةِ۔ وَاعْلَمْ أَنَّ تَمَامَ هٰذَا التَّكْبِيْرِ إِنَّمَا يَكُوْنُ بِالْقَوْلِ وَالْاِعْتِقَادِ وَالْعَمَلِ۔ (مفاتیح الغیب [التفسیر الکبیر])

روزِ عید کے آداب

عیدِ سعید کی فضیلت وبَرکت کے پیشِ نظر اِس میں درج ذیل اُمور کا اہتمام کرنا چاہیے:

1) کوئی شرعی عذر نہ ہو تو ہر مسلمان پر نمازِ پنجگانہ ادا کرنا فرض ہے اور بالغ مَردوں پر جماعت کا اہتمام واجب ہے؛ لہٰذا اِس بابرکت دن کا آغاز باجماعت نمازِ فجر سے کریں! صحیح العقیدہ باشرع امام دستیاب ہو تو اپنے محلّے کی مسجد میں فجر ادا کرنا بہتر ہے۔

2) روزِ عید کو غسل اور مسواک کرنا، نیز خوشبو لگانا مستحب اُمور ہیں۔ اِن کا بھی اہتمام کریں!

3) سنت کے مطابق حجامت بنوائیں اور ناخن تراشیں! اِس پر بھی ثواب ہے۔

4) عید کے دن اپنی طاقت کے مطابق اچھا لباس (خواہ نیا ہو یا دُھلا ہوا) پہنیں! یہ سرکارِ دوعالَم ﷺ کی سنّت ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَلْبَسُ يَوْمَ الْعِيْدِ بُرْدَةً حَمْرَاءَ۔ یعنی رسول اللہ ﷺ عید کے دن سُرخ دھاری دار چادر زیبِ تَن فرمایا کرتے تھے۔

(المعجم الأوسط، ج:7، ص:316، حدیث:7609، دار الحرمین۔ رجالہٗ ثقات: مجمع الزوائد، زیرِ حدیث:3208)

5) نمازِ عید سے پہلے چند کھجوریں یا کوئی اور میٹھی چیز کھالیں! سرکارِ دوعالَم ﷺ عید گاہ کی طرف تشریف لے جانے سے پہلے طاق تعداد میں چند کھجوریں تناوُل فرمایا کرتے تھے۔[1]

6) بہتر ہے کہ عید گاہ میں جلد پہنچیں! ممکن ہو تو پیدل جائیں اور سنت کے مطابق نگاہیں جھکائے رکھیں! پھر واپسی پر کسی دوسرے راستے سے لَوٹیں (تاکہ دونوں راستے نیکی کے گواہ ہو جائیں)! نبیِ مکرم ﷺ واپسی پر راستہ تبدیل فرماتے تھے۔[2]

7) عید کے دن خوشی ظاہر کرنا اور مسلمانوں کو مبارک باد دینا بھی کارِ ثواب ہے۔ اِس کی بھی سعادت حاصل کریں!

"مبارَک باد" برکت کی دُعا ہے۔ اِس کے مختلف الفاظ ہیں، ہمارے ہاں زیادہ تر "عید مُبارَک" کہا جاتا ہے، یہ بھی عمدہ لفظ ہے، تاہم صحابۂ کرام علیہم الرضوان عید کے موقع پر کہا کرتے تھے: تَقَبَّلَ اللهُ مِنَّا وَمِنْكَ۔[3] یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے اعمالِ صالحہ بھی قبول فرمائے اور آپ کے نیک کاموں کو بھی شرفِ قبولیت سے نوازے!

اِن کلمات میں دُعا بھی ہے اور یہ تربیت بھی کہ اصل عید اُسی کی ہے جس کے اعمالِ خیر کو ربِّ کریم نے قبول فرمالیا۔

8) اپنی طاقت کے مطابق زیادہ سے زیادہ صدقہ وخیرات کریں! (بہارِ شریعت، ج:1، ح:4، ص:779-781، مکتبۃ المدینہ، ملخصًا)

---

[1] صحیح بخاری، حدیث:953

[2] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ فِي طَرِيْقٍ رَجَعَ فِي غَيْرِهِ۔ (جامع الترمذی، رقم:541)

[3] كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ إِذَا الْتَقَوْا يَوْمَ الْعِيْدِ يَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: تَقَبَّلَ اللهُ مِنَّا وَمِنْكَ۔ (فتح الباری لابن حجر: 446/2)

حرفِ آخر: رحمت کی کثرت اور اُس کی چاہت

ربّ تعالیٰ کی رحمت سے ہی تمام جہان قائم ہیں اور مخلوق میں سے ہر ایک ہر لمحہ اُس کی رحمت کا محتاج ہے۔ وہ کرم فرمائے تو کوئی محروم نہیں کر سکتا اور وہ محروم کرے تو کوئی نوازنے والا نہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ یعنی "اللہ لوگوں کو جو رحمت عطا کرے تو اُسے روکنے والا کوئی نہیں اور جو کچھ روک دے تو اُس کے روکنے کے بعد اُسے دینے والا کوئی نہیں اور وہی غالب، بے حد حکمت والا ہے۔" [فاطر 2:35]

ہمیں چاہیے کہ رحمت کی ضرورت کو بھی سمجھیں اور اپنے اندر رحمت کی تڑپ بھی پیدا کریں۔ جب بندے کی تڑپ سچی ہو جاتی ہے تو مالکِ مہربان ضرور کرم فرما دیتا ہے۔

اگرچہ ماہِ رحمت رُخصت ہونے والا ہے اور ہمیں افسوس ہونا چاہیے کہ ہم اُس کی قدر دانی کا حق ادا نہیں کر سکے، مگر سچی طلب ہو تو رحمت کسی مہینے یا جگہ کی پابند نہیں... بلکہ جاتے جاتے رَمَضان المبارک رحمتوں کے وہ دروازے کھولتا ہے جن کے ذریعے بندہ اپنی سوچ سے بھی بڑھ کر رحمت کے خزانے حاصل کر سکتا ہے۔

رحمت کی تڑپ بڑھانے کے لیے آخری چھ خطبات میں اُن اُمور کا ذکر کیا گیا جن کی برکت سے رحمت کی وافِر خیرات عطا ہوتی ہے۔ چند اہم نکات یہ ہیں:

- فرائض کی بجا آوری اور حرام کاموں سے بچنا رحمتِ الٰہی کا سب سے اہم ذریعہ ہے اور اِسی کا نام اِستقامت ہے؛ چنانچہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسا کرتے ہوئے سچے دل سے نیت کرنی چاہیے کہ سارا سال کوئی بھی فرض نہیں چھوٹے گا اور کسی بھی حرام کے قریب نہیں جائیں گے۔
- رحمتِ الٰہی کا ایک اہم ذریعہ قرآنِ حکیم سے پختہ تعلق بھی ہے، یہ سال بھر قائم رہنا چاہیے۔
- خالقِ کائنات کی رحمت سے وافِر حصّہ حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ علمِ دین ہے؛ لہٰذا اِس کے تمام ممکنہ ذرائع اختیار کرنے چاہییں۔
- مخلوقِ خدا پر مہربانی کرنے والے کو اُس کی سوچ سے بڑھ کر رحمتِ الٰہی نصیب ہوتی ہے؛ اِس سعادت سے محروم نہیں ہونا چاہیے۔
- خاص رحمت کی عطا والے کاموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دوسرے مسلمان بھائیوں کے باہمی معاملات کو بہتر بنانے کی کوشش کی جائے۔ یعنی بندہ بچھڑوں کو ملائے.. ناراض مسلمانوں کی آپس میں صلح کروائے.. باہمی مَحبَّت بڑھانے کی کوشش کرے اور اچھی نیّت کے ساتھ مسلمانوں کے عیبوں کی پردہ پوشی کرتے ہوئے اُنھیں ایک دوسرے کی خوبیاں بتائے۔

❖ خالقِ کائنات جَلَّ شَانُہٗ کی بے حساب رحمت سے خاص حصّہ حاصل کرنے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ مسلمان کے دل میں خوفِ الٰہی اور اُمّیدِ رحمت... دونوں جمع ہوں۔ یعنی بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت، اُس کی شانِ بے نیازی اور اُس کی بارگاہ میں حاضری کا تصوُّر کرکے اپنے گناہوں کے انجام سے ڈرتا رہے... اِس کے ساتھ ساتھ ارحم الراحمین کے فضل و کرم اور اُس کی شانِ رحیمی کا تصوُّر کرکے اُس کی رحمت و بخشش سے قوی اُمّید بھی وابستہ رکھے۔

❖ آنے والی مقدّس رات اور پھر روزِ عید کی تعظیم اور قدر دانی بھی رحمت کا اہم ذریعہ ہے۔ اِن مواقع سے بھرپور فائدہ اُٹھانا چاہیے اور اِن مبارک اوقات میں گناہ والے کاموں سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔

صدقۂ فطر کے احکام

صدقۂ فطر واجب ہے اور اِس کی درست طریقے سے ادائیگی کے لیے کم از کم پانچ باتوں کو جاننا ضروری ہے۔

کس پر واجب ہے؟ وہ مسلمان جو عید کی صبح بنیادی ضروریاتِ زندگی[1] اور قرض کے علاوہ 52.5 تولے (612.36 گرام) چاندی یا اِس کی قیمت کے برابر نقدی (Cash) یا سامان وغیرہ کا مکمل طور پر مالک (Owner) ہو اُس پر صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

نوٹ: آغازِ رمضان میں حکومت نے اِس سال کے لیے نصاب تقریباً پانچ لاکھ ساڑھے تین ہزار (503,529) روپے مقرر کیا تھا۔[2]

مسئلہ: کوئی شخص بلا عُذر یا عُذر کی وجہ سے روزے نہ رکھ پایا ہو تو بھی صاحبِ نصاب ہونے کی صورت میں اُس کا فطرانہ واجب ہے۔

کس کس کا واجب ہے؟ ہر صاحبِ نصاب پر اپنا اور اپنی نابالغ اولاد (جو مالکِ نصاب نہیں) کا صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ عاقل بالغ اولاد اور بیوی زیرِ کفالت ہوں تو اُن کا صدقۂ فطر ادا کرنے کے لیے اُن سے اجازت لینا ضروری نہیں، ورنہ ضروری ہے۔

کب واجب ہے؟ نمازِ عید سے پہلے پہلے ادا کر دینا ضروری ہے۔ رمضان المبارک میں ادا کر دینا بھی جائز ہے اور اگر نمازِ عید تک ادا نہ کیا تب بھی معاف نہیں، بعد میں ادا کر دے۔

کتنا واجب ہے؟ آمدن اور مالی حیثیت کے مطابق تقریباً دو کلو گندم یا اُس کا آٹا یا قیمت، یا چار کلو کھجور، کشمش، جَو یا اِن کی قیمت۔

کسے دینا ہے؟ وہ صحیح العقیدہ مسلمان جو بنیادی ضروریاتِ زندگی اور قرض کے علاوہ 612.36 گرام چاندی یا اُس کی قیمت کے برابر نقدی یا سامان کا مالک نہ ہو اُسے فطرانہ دینا جائز ہے۔ دینی مدارس کے طلبہ کے لیے فطرانہ پیش کرنے میں دوہرا فائدہ ہے۔

---

[1] جن چیزوں کے بغیر زندگی گزارنا مشکل ہوتا ہے، جیسے رہائش کا گھر، استعمال کا لباس اور ضرورت کی سواری۔

[2] 16 مارچ 2026ء کو لاہور کے صرافہ بازار میں چاندی کا ریٹ 9,800 روپے فی تولہ تھا، اِس حساب سے نصاب 514,500 روپے ہے۔

اللہ تعالیٰ جانِ رحمت ﷺ کے طفیل ماہِ رَمضان المبارک کے باقی ماندہ لمحات اور آنے والے مقدّس شب وروز کو ہمارے لیے اپنی دائمی رحمت کا ذریعہ بنائے! ہمیں رحمت کی خوب تڑپ عطا کرے اور رحمت کی دُعاؤں کے ساتھ ساتھ عطائے رحمت والے کاموں کا عادی بنائے! ربِّ کریم اعمالِ خیر پر استقامت کی دولت سے نوازے!

قادرِ مطلق مسلمانوں میں جذبۂ جہاد بیدار فرمائے! اہلِ غزہ سمیت دُنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے، امریکہ اسرائیل گٹھ جوڑ کے شر سے اُمّت کو محفوظ رکھے! اوراسرائیل کو تمام اتحادیوں سمیت نشانِ عبرت بنائے!

ربِّ کریم اہلِ پاکستان کو ہر قسم کی اندرونی وبیرونی سازشوں سے محفوظ رکھے، ملک کی تمام سرحدات کی حفاظت فرمائے! اِسے امن وسلامتی کا گہوارہ بنائے! اور تمام اربابِ اختیار کو اسلام کا خدمت گزار اور عوام کا خیر خواہ کردے!

آمین بجاہِ النّبیِّ الکریم ﷺ!